پروفیسر محمد یحییٰ

ابن الجوزی

ابن الفرج جمال الدین عبد الرحمان بن علی ابن الجوزی بغداد کے ایک عربی قریشی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔ الجوزی ساتویں پشت پر ان کے جد امجد جعفر کا لقب تھا۔

ابن الجوزی کا خاندان تانبے کی تجارت کرتا تھا اور سارے خاندان میں وہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے علم کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ انھوں نے اپنی کتاب صید الخاطر میں لکھا ہے کہ وہ صرف تین سال کے تھے جب ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اگرچہ وہ ایک امیر آدمی تھے لیکن ابن الجوزی کو ورثے میں صرف بیس دینار دے کر کہہ دیا تھا کہ باپ کے ورثے میں تمہارا حصہ اسی قدر نکلتا ہے۔ انھوں نے ان بیس دیناروں سے کتابیں خرید لیں۔ ابن الجوزی نے یہ بھی لکھا ہے کہ میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔ ابن رجب کا بیان ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد ابن الجوزی کی ماں اور پھوپھی نے کفالت کی۔ اور ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان کی پھوپھی نے ہی ان کی پرورش کی۔

حصولِ علم اور اساتذہ

ابن الجوزی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یتیمی کے باوجود ان کی پرورش خاصے لاڈ پیار سے ہوئی اور خوش قسمتی سے ان کی تعلیم کا نہایت عمدہ بندوبست ہوگیا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو اُن کی پھوپھی انھیں محدثِ شہیر حافظ محمد بن نصر کی مسجد میں لے گئیں۔ صاحب شذرات الذہب کے خیال کے مطابق ابن نصر ان کے ماموں تھے۔ یہ ابتداءً شافعیؒ تھے لیکن بعد میں حنبلی ہو گئے اور علم و فضل میں کمال حاصل کر کے شیخ المحدثین کہلائے۔ وہ انتہائی دیندار اور پاکباز تھے اور اپنی تمام کتابیں طالبانِ علم کے استفادے کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔

ابن الجوزی سے انھیں خاص تعلق خاطر تھا اور بچپن ہی میں وہ ان کی ذہانت، علمی ذوق و شوق اور قوتِ حافظہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ابن الجوزی کے اپنے بیان کے مطابق وہ انھیں بڑے بڑے شیوخ کے ہاں لے جاتے اور مسندِ امام احمد جیسی بڑی کتابوں کے سماع میں انھیں شریک کرتے تھے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ

مجھے اس وقت پتہ نہیں تھا کہ یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ میرے بالغ ہونے تک وہ میرے لیے تمام احادیث لکھنے کا خود اہتمام کرتے رہے اور بالغ ہونے کے بعد مجھے ان کی روایت کی اجازت دی۔ میں ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہا اور انھیں سے مجھے علم حدیث کی معرفت حاصل ہوئی۔ یہ انھیں کی صحبت کا اثر تھا کہ ہونہار شاگرد بچپن ہی سے علم کے ذوق وشوق میں اس قدر پختہ کار ہوگیا کہ ہم عمروں کے ساتھ کھیل کود اور تفریح کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ خود کہتے ہیں:

ولقد کان الصبیان ینزلون الی دجلۃ ویتفرجون علی الجسر وانا فی زمن الصغر اخذ جزأً واقعد محجزۃ من الناس فاتشاغل بالعلم۔

"یعنی بچے دجلہ کے کنارے جاتے تھے اور پل پر کھیل کود سے دل بہلاتے تھے لیکن میں بچپن میں ہی کوئی کتاب لیتا اور لوگوں سے الگ بیٹھ کر حصولِ علم میں مشغول ہوجاتا۔"

بعد کی عمر میں جب وہ بچپن کے علمی مشاغل اور اس وقت کی انتہائی پاکیزہ اور سنجیدہ زندگی کو یاد کرتے ہیں تو یک گونہ افتخار سے کہتے ہیں:

اذکر نفسی ولی ھمۃ عالیۃ وانا فی المکتب ابن ست سنین وانا قرین صبیان الکبار قد رزقت عقلاً وافراً فی الصغر، یزید علی عقل الشیوخ فما اذکر أنی لعبت فی الطریق مع الصبیان قط، ولا ضحکت ضحکا عالیا، حتی إنی ولی سبع سنین اونحوھا واحضر رحبۃ الجامع، فاطلب المحدث یتحدث فاحفظ جمیع ما اسمعہ، واذھب الی البیت واکتبہ۔

"میں اپنا وہ زمانہ یاد کرتا ہوں جب میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں پڑھتا تھا اور میں بڑے بچوں کا شریک درس تھا۔ بچپن ہی میں مجھے عقل کا حصہ وافر ملا جو بوڑھوں کی عقل سے بھی زائد تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی گلیوں میں بچوں کے ساتھ کھیلا ہوں، یا کبھی اونچی آواز سے ہنسا ہوں۔ حتیٰ کہ جب میں سات برس کا تھا تو جامع مسجد کے صحن میں جاتا، جہاں محدث درسِ حدیث دے رہا ہوتا تھا میں جو کچھ سنتا تھا یاد کرلیتا تھا اور گھر آکر اسے لکھ لیتا تھا۔"

ابن الجوزی اپنے اس نیک دل استاذ کا ذکر بڑے رقت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ اور ان کے کردار کے جس جس پہلو سے متأثر ہوئے اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"وہ حافظِ حدیث، حفظ میں انتہائی پختہ، اصنافِ علم کے ماہر، انتہائی ثقہ اور عاملِ بالسنت تھے۔ ذکر

بہت کرتے تھے اور اُن کی آنکھیں بڑی جلدی چھلک پڑتی تھیں۔"

شفیق استاد کی مہربانیوں اور پھوپھی کے پیار سے آپ یہ نہ تصوّر فرمالیں کہ ابن الجوزی کو حصول علم کی راہ میں کوئی مشقت جھیلنی نہیں پڑی تھی۔ یہ راہ اس قدر آسان نہیں کہ کوئی طالب صادق سختیاں جھیلے بغیر گزر جائے بلکہ شاید مشکلات ہی اس راہ کی لذتوں کی ذمہ دار ہیں۔ ابن الجوزی پر ایسا وقت بھی آیا کہ سوکھی روٹیاں لے کر گھر سے نکلتے اور بھوک لگتی تو نہر عیسیٰ کے کنارے جا بیٹھتے، ہر لقمے کے بعد پانی کا ایک گھونٹ پی لیتے اور اس طرح سوکھی روٹی حلق سے معدے تک پہنچ جاتی۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ میں نے ان دنوں علم کی ایسی لذت اور ایمان کی ایسی حلاوت پائی جس کی تفصیل بیان کروں تو عجُب کا ڈر ہے۔

محمد بن نصر کے علاوہ ابن الجوزی ابن الزاغونی کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوتے رہے اور ان سے حدیث کے علاوہ فقہ اور بالخصوص وعظ کی تعلیم حاصل کی۔ ابن الزاغونی اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ تھے۔ جامع المنصور میں ان کا حلقۂ درس تھا۔ وہیں جمعہ کی نماز سے پہلے مناظرہ کرتے اور نماز کے بعد وعظ کہتے تھے۔ ہفتے کو بھی مجلس وعظ ہوتی تھی۔

ابن الجوزی کو ان کے اپنے قول کے مطابق تمام مروجہ علوم وفنون سے برابر لگاؤ تھا۔ وہ کسی ایک فن کی تخصیل پر قناعت نہ کرسکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے ہر فن کے اصحابِ کمال کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ فقہ و حدیث پڑھی، زاہدوں کے پیچھے پھرے، لغت سیکھی۔ غرض ہر اس آدمی سے علم حاصل کیا جس سے حاصل ہوسکتا تھا۔ سماعِ حدیث کے لیے ایک دن میں کئی اساتذہ کی مجالس میں پہنچنا ہوتا تھا۔ ایک حلقے سے دوسرے حلقے تک دوڑتے دوڑتے دم پھول جاتا تھا لیکن اس لیے دوڑتا تھا کہ کہیں پہنچنے سے پہلے ہی درسِ حدیث شروع نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اساتذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔

ابن الزاغونی کے بعد فقہ، خلافیات، جدل اور اصول کی تعلیم انھوں نے ابوبکر الدینوری اور قاضی ابویعلیٰ سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ حدیث و فقہ میں قاضی ابوبکر انصاری، ابوالقاسم الحریری، ابوالسعادات المتوکلی، یحیٰی المتوکلی، ابوعبداللہ البارع، ابوالحسن علی بن احمد الموحد، ابوغالب الماوردی، ابومنصور بن خیرون، ابوالقاسم السمرقندی، عبدالوہاب الانماطی، عبدالملک الکرخی، ابوسعید الزوزنی، ابوسعد البغدادی، یحیٰی بن الطراح، اسماعیل بن ابی صالح المؤذن، ابوالقاسم علی الهروی الواعظ، ابومنصور القزاز اور ابوعبدالجبار بن منعہ وغیرہم بہت سے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

تدریس اور وعظ و تذکیر

ابن الجوزی نے حصولِ علم سے فارغ ہو کر اس کی نشر و اشاعت کے لیے تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۵۷۰ھ میں اس مقصد کے لیے بغداد کے دربِ دینار میں ایک باقاعدہ مدرسے کی بنیاد بھی رکھی۔ ۵۸۸ھ میں انھیں شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے مدرسے کا نگران مقرر کیا گیا۔ ابن الجوزی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں ان کے بیٹے اور جانشین محی الدین، ان کے نواسے شمس الدین قزاوغلی، محمد بن عثمان عبداللہ الباقی اور شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی ایسے باکمال فضلا اور ادبا شامل ہیں۔

وعظ و تذکیر سے ابن الجوزی کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ اس لیے عمر بھر یہ ان کا خصوصی میدان رہا اور اس میں اپنی کامیابیوں پر وہ بڑے نازاں اور فرحاں بھی تھے۔ مواعظ کی مجلسیں آخری عباسی عہد کی ثقافتی زندگی کا اہم پہلو تھیں۔ اس سلسلے کی ابتدا تو لوگوں کے چھوٹے چھوٹے حلقوں میں قصہ گوئی سے ہوئی تھی جن میں قصہ گو (قاص) ترغیب و ترہیب کے موضوعات پر لوگوں کو آیات، احادیث اور واقعات سناتے تھے۔ ایسی مجلسیں ابتدا میں صرف عوام کی دلچسپی کا سامان مہیا کرتی تھیں۔ سنجیدہ اور علم پسند طبقے میں انھیں کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ بلکہ یہ طبقے ان مجالس کو انتہائی عامیانہ اور گھٹیا خیال کرتے تھے لیکن ترقی کرتے کرتے آخر کار یہ مجالس علما اور خواص کے اہتمام کا مرکز بن گئیں۔ یہ مجالس لوگوں کی ذہنی عشرت اور عام زندگی میں مذہب سے بُعد کی بنا پر پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کا سامان بہم پہنچاتی تھیں۔ اگر واعظ اچھا ہوتا تو ہزاروں لوگ اس کی پھیے دار باتیں سننے اور اپنے گناہوں اور ان کے لیے مقرر کردہ سزاؤں کا تذکرہ سن کر گھڑی بھر کو رونے اور آنسو بہانے کے لیے اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اس سے کم از کم وقتی طور پر ضمیر کی کسک دھیمی پڑ جاتی اور روحوں کا غبار ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہوتا۔ یہ حال ہر اس سوسائٹی کا ہوتا ہے جس میں روزمرہ کی زندگی حسی اغراض اور مادی فوائد کی تابع ہو چکی ہو لیکن ذہنوں کی وابستگی مذہب کے ساتھ قائم ہو۔ اس کے باوجود ان مجلسوں کے رشد و ہدایت کا ایک عظیم ذریعہ ہونے سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی اسی افادیت نے ابن الجوزی کی جو انتہائی عالی ہمت، وسیع المطالعہ اور اجتماعی حالت کا گہرا شعور اور اس کی اصلاح کا شدید جذبہ رکھنے والے تھے، وعظ کی طرف متوجہ کیا۔ ابن الجوزی نے اس میدان میں وہ مرتبہ حاصل کیا کہ اب ان کے کمالات کا حال ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ خود بڑے ناز سے کہتے ہیں:

" ولقد وضع اللہ لی من القبول فی قلوب الخلق فوق الحب، واوقع کلامی فی نفوسھم فلا یرتابون بصحتہ وقد اسلم علی یدی نحو مائتین من اھل الذمۃ، ولقد تاب فی مجالسی اکثر من مائۃ الف، وقد قطعت اکثر من عشرین الف سالف مما یتعاناہ الجھال۔"

" اللہ نے لوگوں کے دلوں میں مجھے حد سے زیادہ قبولیت بخشی ہے ۔ میری باتیں ان کے دل میں جاگزین کردی ہیں۔ اس لیے اب وہ ان کی صحت کے بارے میں کوئی شک نہیں کرتے ۔ میرے ہاتھ پر دو سَو سے زاید ذمیوں نے قبولِ اسلام کیا ۔ میری مجلسوں میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے توبہ کی، اور اپنے ہاتھ سے مَیں نے بیس ہزار سے زیادہ چوٹیاں کاٹی ہیں جو جہلا سروں پر رکھتے ہیں۔"

فنِ وعظ میں ان کے کمالات اور لوگوں میں ان کی مقبولیت کا پوری طرح احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان کی ایک مجلسِ وعظ کا نقشہ پیش کرتے ہیں جسے خوش قسمتی سے اسلامی دنیا کے ایک انتہائی ثقہ سیاح نے اپنے سفرنامے میں قلمبند کیا ہے ۔ یہ سیاح ابن جبیر الاندلسی ہے جو ۵۸۰ھ میں بغداد آیا اور ابن الجوزی کی چند مجالسِ وعظ میں شریک ہوا اور ان کا حال قلمبند کیا۔ وہ ان سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسے کہنا پڑا :

" اگر یہ مجلسیں نصیب نہ ہوتیں تو یہ لمبے سفر اور پہاڑوں اور گھاٹیوں کا عبور کرنا بے کار تھا" وہ اپنی دیکھی ہوئی دوسری مجلس کا حال یوں قلم بند کرتے ہیں :

" پھر ہم نے جمعرات کی صبح کو خلیفہ کے محل کے صحن میں شیخ کی دوسری مجلس کا مشاہدہ کیا۔ محل کی کھڑکیاں صحن کی طرف کھلی ہوئی تھیں ۔ یہ جگہ حرم میں ہے ۔ صرف ابن الجوزی ہی کو یہاں وعظ کی خصوصی اجازت ملی ہے تاکہ خلیفہ اور ان کا حرم بھی ان کھڑکیوں سے ان کا وعظ سن سکے ۔ وَیسے صحن کا دروازہ عام لوگوں کے لیے بھی کھول دیا جاتا ہے اور وہ صحن میں بچھی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ابن الجوزی ہر جمعرات کو یہاں وعظ کرتے ہیں ۔

ہم تڑکے ہی سے وعظ سننے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ فاضل اجل واعظ تشریف لے آئے، منبر پر چڑھے اور اس جگہ کی حرمت کے خیال سے لبادا سر سے ہٹا دیا ۔ قاری حضرات ان کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں پر ایک صف میں بیٹھے تھے ۔ انھوں نے ترتیب سے قرأت شروع کر دی اور خوب داد تجوید دی۔ لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں ۔ جب وہ قرأت سے فارغ ہوئے، اور اس دوران میں ہم

نے شمار کیا کہ انھوں نے مختلف سورتوں سے ۹ مختلف آیات پڑھی تھیں، تو ابن الجوزی نے اپنا عظیم الشان خطبہ شروع کیا اور اثنائے خطبہ میں ترتیب سے ان آیات کے ابتدائی حصّوں کو منظم کر دیا۔ اور ترتیب وار آخری آیت کے آخری حصے پر خطبہ ختم کیا وہ آیت یہ تھی:

اللّٰہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ و النھار مبصراً ان اللّٰہ لذو فضل علی النّاس۔

"اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات پیدا کی تاکہ اس میں تم سکون حاصل کرو اور دن کو پیدا کیا، اللہ لوگوں پر فضل و احسان کرنے والا ہے۔

انھوں نے اس سین کو انتہائی خوبصورتی سے کھینچ کر پڑھا۔ آج وہ کل سے بھی بڑھ گئے ..... پھر انھوں نے وعظ شروع کیا۔ یہ وعظ بغیر کسی تیاری کے ارتجالاً کیا گیا۔ سلک وعظ میں وہ ان آیات کو پروتے جاتے تھے جو قاریوں نے تلاوت کی تھیں۔ آنکھیں برسنا شروع ہو گئیں اور دلوں نے اشتیاق پوشیدہ کا راز طشت از بام کر دیا۔ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اور اونچی آواز سے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے پروانہ وار شیخ پر گرنے لگے، ہوش و حواس گم ہو گئے اور مدہوشی اور سرمستی کا دور دورہ ہو گیا ..... ابن الجوزی وعظ کے دوران غزل کے اشتیاق انگیز شعر پڑھتے تھے جن سے دلوں میں وجد عشق کا شعلہ اور بھی بھڑک اٹھتا تھا۔ آخری شعر جو انھوں نے پڑھے ان میں یہ شعر بھی تھا:

این فؤادی؟ اذابہ الوجد   واین قلبی؟ فما صحا بعد؟

اب دل کہاں؟ اسے عشق نے پگھلا دیا۔ اور قلب کیسا؟ وہ ابھی مدہوش ہے۔

ان اشعار کو دہراتے رہے خود ان پر انفعال طاری ہو گیا تھا، آنسو اتنے تھے کہ منہ سے جملہ نہ نکلتا تھا، یہاں تک کہ گھگھی بندھ جانے کا خطرہ ہوا تو جلدی سے کھڑے ہوتے اور تیزی سے منبر سے اتر گئے۔ اس وقت دل خوف الٰہی سے خوفزدہ تھے۔ وہ گئے تو لوگ انگاروں پر لوٹ رہے تھے اور خون کے آنسو بہا رہے تھے۔ کوئی دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا، کوئی مٹی پر تڑپ رہا تھا، کیا پُرہول منظر تھا اور کتنے خوش بخت تھے جنھوں نے اس منظر کو دیکھا۔" پھر کہتے ہیں:

"ہمیں گمان نہیں تھا کہ دنیا میں کسی بھی شخص کو لوگوں کے دلوں پر اتنا اختیار اور حسب منشا ان سے کھیلنے کی طاقت دی جا سکتی ہے جتنی اس شخص کو دی گئی ہے"۔

تصنیف و تالیف

ابن الجوزی مسلمان فضلا کے اس محیر العقول گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تصنیفات کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ اور تصانیف بھی ایسی کہ اکثر کی ایک سے زائد جلدیں ہیں۔ ابن الجوزی نے اس وقت کے تمام مروجہ اسلامی علوم سے متعلق تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ دین (عقائد) تاریخ، سیرت، ادب، مواعظ، غرض ہر موضوع پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ شیخ کی اپنی مرتب کردہ فہرست ذیلِ طبقات الحنابلہ میں نقل کی گئی ہے۔ سبط ابن الجوزی نے بھی مرآۃ الزمان میں مضامین کی ترتیب سے ان کی تصانیف کی فہرست دی ہے جن کی تعداد تین سو کے قریب ہے ان میں سے جو کتابیں اب موجود ہیں ان کی تعداد ایک سو کے قریب ہے (بروکلمان ۱: ۵۰۰، تکملہ ۱: ۹۱۴) ان کی پوری تفصیل مذکورہ کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے یہاں صرف ان کی مطبوعہ کتابوں اور چند نہایت اہم قلمی کتابوں کا نام دیا جاتا ہے:

تلقیح فهوم اهل الآثار فی مختصر السیر والاخبار، الاذکیا، مناقب عمر بن عبد العزیز، روح الارواح، المدهش (مواعظ) تلبیس ابلیس، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، الحمقی و المغفلین، الوفا فی فضائل المصطفی، مناقب عمر بن الخطاب، مناقب احمد بن حنبل، صید الخاطر، الیاقوته، مناقب بغداد زاد المسیر (تفسیر) دفع شبهة التشبیه و الرد علی المجسمه، لفقة الکبد فی نصیحة الولد۔

انتہائی اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

المقیم المقعد (قواعد صرف ونحو) صولة العقل علی الهوی (اخلاق) الناسخ والمنسوخ فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن لقط المنافع فی الطب۔ نزهة الاعین النواظر فی علم الوجوه و النظائر (تفسیر) المقامات، تقویم اللسان، فی نیل مصر و انهارها، الموضوعات نتیجة الاحیا (احیاء العلوم کی تلخیص) شرح مشکل الصحیحین۔

ابتلاء و محن

خلیفہ وقت اگرچہ خود ابن الجوزی کے وعظ کی مجالس میں شریک ہوتا تھا لیکن اس جاہ و حشمت کے

باوجود انھیں ابتلاء و محن سے دوچار ہونا پڑا۔ اور یہ آزمائش آئی بھی اس وقت جب ان کی عمر اسی برس کے قریب تھی۔ لیکن انھوں نے پورے صبر و استقامت سے سب کچھ برداشت کیا۔

شیخ عقائد کے اعتبار سے اس نقطۂ نظر کے حامل تھے جو اسلام کا سرچشمہ کتاب و سنت کو قرار دیتا ہے اور یونانی فلسفہ، علم کلام اور تصوّف کے خالص اسلام سے ٹکرانے والے نظریات کا زبردست مخالف ہے۔ رکن عبدالسلام (جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے پوتے تھے اور جن کی کتابیں ملحدانہ نظریات سے بھری ہوئی تھیں) کی کتابوں کو جلانے کے فتوے میں دوسرے علماء کے ساتھ آپ بھی شریک تھے۔ اُن کے جدی مدرسے کو اس وقت کے وزیر ابن یونس نے آپ ہی کے سپرد کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وزارت بدلی اور ابن القصاب اس عہدے پر متمکن ہوا تو ابن یونس کے ساتھ ابن الجوزی بھی مصائب کا نشانہ بنے۔ انھیں قید کر کے ایک کشتی کے ذریعے واسط بھیجا گیا۔ راستے میں پانچ روز تک کھانے کو کچھ نہ دیا گیا۔ پانچ سال تک واسط میں نظر بند اور مختلف اذیتوں کا شکار رہے۔ ۵۹۵ھ میں جب آزاد ہوئے تو اہل بغداد نے زبردست استقبال کیا۔ ایک خصوصی جلسے کا اہتمام ہوا۔ لوگ رات بھر اپنی اپنی جگہوں کے انتظامات میں مشغول رہے۔ صبح کو شیخ تشریف لائے تو خلقت اتنی زیادہ تھی کہ آخری حصے تک ان کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔ آپ نے اس موقع پر اہل بغداد کو خطاب کر کے یہ شعر پڑھے:

شقینا بالنوی زمنا فلما — تلاقینا کانا ماشقینا
سخطنا عند ما جنت اللیالی — فما زالت بنا حتی رضینا
سعدنا بالوصول وکم شقینا — بکاسات الصدود وکم تقینا
فمن لم یحیی بعد الموت یوما — فانا بعد ما متنا حیینا

"ہم جدائی کی بنا پر ایک زمانہ بدبختی میں مبتلا رہے۔ لیکن جب ملے تو گویا کبھی بدنصیبی آئی ہی نہ تھی۔
جب زمانے نے ستم ڈھایا تو ہمیں غصہ آیا لیکن یہ سلسلہ آخر رضامندی پر ختم ہوا۔
ہم وصل سے بہرہ ور ہو ہی گئے حالانکہ پہلے جدائی سے بُری طرح ہلاک ہوتے رہے۔
لوگ موت کے بعد ایک دن بھی زندہ نہیں ہو سکتے ہوں گے مگر ہم نے تو مرنے کے بعد زندگی پالی ہے۔"

وفات

ابن الجوزی اسی طرح وعظ، نشر علم اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے یہاں تک کہ ۵۹۷ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے نواسے ابو المظفر کا بیان ہے ۵۹۷ رمضان کو قبر امام الخلیفہ کے قریب وعظ کے لیے بیٹھے مگر چند شعر پڑھ کر منبر سے اتر آئے۔ ان میں یہ اشعار بھی تھے؛

لی همة فی العلم ما من مثلها   وهی التی جنت النحول هی التی

کم کان لی من مجلس لو شبهت   حالاته، لتشبهت بالجنة

اشتاقه لما مضی ایامه   علّا و تعذر ناقة ان حنت

یا هل للیلات بجمیع عودة   ام هل الی وادی منی من نظرة .....

"مسلم کے معاملے میں میری ہمت بے مثال ہے اور یہی ہے جس نے مجھے لاغری کا شکار کر دیا یہی ہے میری کتنی مجلسیں ایسی تھیں کہ اگر اس کے حالات کو تشبیہ دی جائے تو وہ جنت سے مشابہ ہوں۔ اب جبکہ ان کے دن گذر گئے میں ان کا شوق مند ہوں، اگر کوئی اونٹنی ماتا کی ماری بلبلائے تو معذور ہوتی ہے! کیا میدان منیٰ کی راتیں لوٹائی جا سکتی ہیں؟ نہیں! تو کیا منیٰ کی وادی کو ایک بار نظر بھر دیکھا ہی جا سکتا ہے"؟

منبر سے اترتے ہی بیمار پڑ گئے اور پانچ دن بعد انتقال ہو گیا۔ جنازے میں سارا بغداد امنڈ آیا تھا دکانیں بند ہو گئی تھیں۔ ہجوم کے باعث انھیں عین اس وقت قبر میں اتارا گیا جب جمعہ کا مؤذن اللہ اکبر کی صدا دے رہا تھا۔ قبر پر حسب وصیت یہ اشعار لکھے گئے:

یا کثیر العفو عمن کثر الذنب لدیه

جاءك المذنب یرجو الصفح عن جُرم لدیه

انا ضیف وجزاء الضیف احسانٌ الیه

"اے بے پایاں گناہوں والوں کے لیے بے پایاں عفو رکھنے والے

تیرے پاس ایک گنہگار آیا ہے اور اپنے جرائم پر معافی کا طلب گار ہے۔

خدایا! میں تیرا مہمان ہوں اور مہمان پر احسان ہی کیا جاتا ہے"۔

عادات و خصائل

ابن الجوزی انتہائی خوش مزاج اور نفاست پسند تھے۔ ہمیشہ سفید رنگ کا نفیس لباس زیب تن کرتے۔

زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ قید کی حالت میں بھی روزانہ قرآن کا ایک ختم کرتے رہے۔ کہتے ہیں میں سورۂ یوسف نہیں پڑھتا تھا کیونکہ اس سے اپنا بیٹا یوسف یاد آجاتا تھا۔ جب تک مال کی حلت کا یقین نہ ہوتا اس وقت تک اسے نہ لیتے۔ کبھی کسی کے سامنے ندامت نہیں اٹھانی پڑی۔ ساری عمر وعظ، تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے:

الٰہی لا تعذب لسانا یخبر عنک ، ولا عینا تنظر الی علوم تدل علیک ،

ولا قدما تمشی الی خدمتک ، ولا یدا تکتب حدیث رسولک ،

فبعزتک لا تدخلنی النار ، فقد علم اہلہا انی کنت اذب عن دینک ،

"الٰہی اس زبان کو عذاب نہ دینا جو تیری خبر دیتی ہے، نہ اس آنکھ کو جو تجھ تک پہنچنے والے علوم کو دیکھتی ہے۔ نہ اس قدم کو جو تیری خدمت کے لیے چلتا ہے۔ نہ اس ہاتھ کو جو تیرے رسول کی حدیث لکھتا ہے۔ تجھے تیری عزت کا واسطہ مجھے آگ میں نہ ڈالنا کیونکہ وہاں والوں کو پتہ ہے کہ میں تیرے دین کا دفاع کیا کرتا تھا۔"

بڑے نرم دل تھے اور وعظ میں خود بھی رویا کرتے تھے۔ بیوی بچوں سے بے انداز محبت تھی۔ ان کے مرنے سے چند ساعت بعد ان کی بیوی بھی ان سے جا ملیں حالانکہ وہ بالکل تندرست تھیں۔ اساتذہ سے بہت محبت تھی۔ البتہ صید الخاطر میں نام لیے بغیر بعض اساتذہ کی کمزوریوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً بعض ---- جواب دینے میں جلدی کرتے اور بعض غیبت سُن لیتے تھے۔ ابن الجوزی صحیح معنی میں اسلامی تہذیبی اصولوں پر پورے اترتے تھے اور علمی ثقافت کے حامل تھے۔

مولانا محمد حنیف ندوی

سرگذشتِ غزالی

امام غزالی کی مشہور تصنیف "المنقذ" کا اردو ترجمہ۔ اس کتاب میں امام غزالی نے اپنے فکری و نظری انقلاب کی نہایت دلچسپ داستان بیان کی ہے۔ صفحات ۲۰۰، قیمت: ۳ روپے

پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور